ڈاکٹر محمد قاسم*

# خوش معرکہ زیبا کی تدوین

**Abstract:** *Khush-Marika-e-Zeba is most prominent and significant in the tradition of Urdu Tazkira Nigari. It was written by Saadat Khan Nasir in the forth quarter of nineteen centaury. Before Khush Marika-e-Zeba there are only four tazkiras in Urdu language. It is a great encyclopedia of the famous Urdu writers and poets and their literary work. Some scholars like Prof. Atta Kakovi and Dr. Shamim had edited and published this tazkira in 1968 and 1971 respectively.*

*This article is about a unique and scholarly edition of Khush-Marika-e-Zeba edited by Mushfiq Khawja. It was published by Majlis-e-Taraqi-e-Adab in 1970. This edition is the most reliable edition and contains a comprehensive preface, annotation and notes.*

آج ہم اپنے ادبی آثار سے جس قدر شناسا ہیں، اس شناسائی اور جان پہچان کے عمل میں تذکروں کی اہمیت و حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ان تذکروں کی بدولت ہی اردو زبان وادب کی تعمیر و تشکیل ہوئی اور تاریخ ادب کی عمارت انھی تذکروں کے ستونوں پر کھڑی ہے۔ تذکروں کو صرف شعرا کے حالات زندگی، کلام اور اس پر تنقید و تبصرہ تک ہی محدود نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ہمیں اس دور کی علمی، ادبی، مجلسی، تہذیبی، تاریخی اور عمرانی فضا بھی یہاں دھڑکتی سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اردو زبان وادب کی عہد بہ عہد ارتقائی منزلوں کا سراغ اور اس کا حال و استقبال سے رشتہ قائم کرنے میں یہی تذکرے ہمارے لیے اولین ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔

انیسویں صدی کی علمی، ادبی اور تہذیبی شناخت کا ایک بنیادی اور روشن استعارہ، سعادت علی خان ناصر کا تصنیف کردہ خوش معرکہ زیبا بھی ہے۔

خوش معرکہ زیبا سے ماقبل اردو میں دو تذکرے، ایک انتخاب اور ایک گل دستہ دستیاب ہیں۔ جب کہ اس سے پہلے تصنیف شدہ اٹھارہ تذکرے فارسی زبان میں ہیں۔

۱۔ گلشن ہند مولفہ مرزا علی لطف ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱)

۲۔ گلشن ہند مولفہ حیدر بخش حیدری ۱۲۱۷ھ (۱۸۰۲)

۳۔ انتخاب دواوین مولفہ امام بخش ناسخ ۱۲۶۰ھ (۱۸۰۴)

۴۔ گلدستہ نازنیناں مولفہ کریم الدین ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۴)۔

*شعبہ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

پہلے دونوں تذکرے دراصل گلزار ابراہیم کے ترجمے ہیں، انتخاب دواوین جیسا کہ نام سے ظاہر ہے انتخاب ہے تذکرہ نہیں۔ اسی طرح گلدستہ نازنیناں بھی تذکروں کے ذیل میں شمار نہیں ہوتا۔ خوش معرکہ زیبا سعادت علی خان ناصر کی تصنیف ہے، جسے ناصر نے ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) میں آغاز کیااور ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶ء) میں اس کی تکمیل ہوئی۔

مولانا حسرت موہانی نے مارچ ۱۹۱۱ء کے اردوئے معلی میں اس تذکرے کی عدم دستیابی کی بات کی، جب کہ قاضی عبدالودود پہلے محقق ہیں جنھوں نے اس تذکرے کو باقاعدہ متعارف کروایا۔ اس کے علاوہ محمد معین الدین ،ڈاکٹر محمد حسن اور ڈاکٹر اکبر حیدری نے بالترتیب ۱۹۴۵ء، ۱۹۵۲ء اور ۱۹۶۸ء میں اس پر مقالات لکھے۔ پروفیسر عطا کاکوروی نے ۱۹۶۸ء میں خوش معرکہ زیبا کے نسخہ پٹنہ کا خلاصہ شائع کیا۔ جب کہ تین سال بعد ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹر شمیم انہونوی نے نسخہ لکھنو کو مرتب کر کے شائع کیا۔ مشفق خواجہ نے خوش معرکہ زیبا کو چار قلمی نسخوں کی مدد سے مدون کر کے دو جلدوں میں مجلس ترقی ادب سے 1970ء میں شائع کیا۔ تحقیق و تدوین اور تقابلی تصحیح و ترتیب کے اعتبار و معیار سے یہ کاوش اردو تدوین متن کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر اس تذکرے ہی کو مرتب نے کیوں تدوین کے لیے انتخاب کیا، اس میں وہ کون سی امتیازی خصوصیات ہیں جن کی بنا پر مرتب نے اس تذکرہ کو مدون کرنے کا فیصلہ کیا۔ ذیل میں ہم ان خصوصیات سے بحث کرتے ہیں، جن کے باعث یہ تذکرہ اردو تذکرہ نگاری کی روایت میں ایک انفرادی حیثیت و امتیازی مقام رکھتا ہے۔

## اہم خصوصیات:

۱۔ خوش معرکہ زیبا وہ پہلا اردو تذکرہ ہے جو کسی فارسی تذکرے کا ترجمہ یا چربہ معلوم نہیں ہوتا۔

۲۔ خوش معرکہ زیبا کو مولف نے عام روش سے ہٹ کر استادی شاگردی کے تعلق پر مرتب کیا ہے۔ پہلے استاد کا ذکر کیا ہے، پھر اس کے شاگروں کا اور بعد ازاں شاگردوں کے شاگردوں کا۔ اس کی ترتیب کا انداز ہی اس کو اردو تذکروں کی روایت میں منفرد کرتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ بات درست نہیں کہ اردو زبان میں یہ پہلا تذکرہ ہے۔ لیکن شاعروں کو سلسلہ وار ایک ہی لڑی میں پرونا ناصر ہی کا ایجاد ہے۔ شاعروں کو اس طرح ایک لڑی میں پرونے سے اس مخصوص سلسلہ کے شاعروں کا مطالعہ اور ان کے ادب پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ اس مخصوص پہلو کی وجہ سے محققین کے لیے ایک نئی راہ روشن ہوئی ہے۔

۴۔ شاعروں کے اس سلسلہ وار تعارف کی بدولت ناصر کے ہم عصر شعرا کی ایک بڑی تعداد تذکرے میں شامل ہوگئی ہے اور یوں یہ تذکرہ شعرائے لکھنو کے سلسلے میں ایک اہم ترین ماخذ بن گیا ہے۔

۵۔ اس تذکرے میں قریباً ایک سو شاعر ایسے ہیں جن کا ذکر کسی دوسرے تذکرے میں نہیں ہوا۔

۶ ۔ ہمیرا، مصحفی، میر حسن اور انیس و انشاء کے اتنے مفصل حالات کسی قدیم تذکرے میں نہیں ملتے۔

۷۔ خوش معرکہ زیبا میں متعدد شاعروں کے بارے میں ایسی معلومات ملتی ہیں جن کا پہلا اور آخری ماخذ یہی تذکرہ ہے۔

i۔ ناسخ کی امرد پرستی (۱)

ii۔ مصحفی و انشاء کی معرکہ آرائیاں ۔

iii۔ مرزا دبیر اور میر ضمیر کی باہمی رنجش ۔

iv۔ امانت لکھنوی اور اندر سبھا کا بیان (۲)

v۔ مثنوی سحر البیان کا سبب تالیف (۳)

vi۔ میر صاحب کے مزاج کا بیان (۴)

مندرجہ بالا تمام باتیں پہلی بار خوش معرکہ زیبا ہی کی بدولت منظر عام پر آئیں۔

۸۔ شاعروں کے متعلق واقعات جس قدر ناصر نے پیش کیے ہیں، اس کثرت سے واقعات کسی اور تذکرے میں نہیں مل پاتے۔

۹۔ خوش معرکہ زیبا میں ناسخ کی نثر کا جو نمونہ ملتا ہے وہ ناسخ کی اردو نثر کا واحد نمونہ ہے (۵)، جس سے اس عہد کے تنقیدی مزاج کو سمجھا جاسکتا ہے اور یہ کہیں اور دستیاب نہیں ہے۔

۱۰۔ اس تذکرے کی اہمیت اس بات سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ آب حیات میں آزاد نے اسی سے استفادہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آزاد نے آب حیات میں جو قصہ گوئی کا انداز اپنایا ہے اس کے اولین نقوش خوش معرکہ زیبا ہی سے مستعار ہیں۔

۱۱۔ چشم دید واقعات اور مشاعروں کے بیانات کی وجہ سے اس تذکرے میں خود نوشت سوانح عمری کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔

محولہ بالا وہ انفرادی خصوصیات ہیں، جو اس سے پہلے کے اردو تذکروں میں مفقود ہیں اور ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے مدون نے اس تذکرہ کا انتخاب کیا۔ مرتب کو کوئی بھی متن ترتیب دیتے وقت اس کی اہمیت و انفرادیت کو ملحوظ رکھنا چاہیے تاکہ قاضی عبدالودود کی طرح ایسا متن مرتب کیا جائے جس کی نہ پہلے کوئی حیثیت ہو اور نہ مدون کرنے کے بعد اس کی کوئی اہمیت۔ ناصر نے جس شوخی، بیباکی، طعن و تعریض اور اشاروں کنایوں سے شعرا کو یاد کیا ہے، اس باعث یہ تذکرہ متنازعہ حیثیت اختیار کر گیا اور وہی لوگ جنھوں نے پہلے اس کی تعریف و توصیف کی تھی۔ تکمیل کے بعد خوش معرکہ زیبا کی شدید مخالفت کی اور اس کو "تذکرہ شر" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اب اس کی مخالفت کے اسباب سے بحث کی جاتی ہے۔

**اسباب مخالفت:**

۱۔ ناصر نے سلسلہ ناسخ کے شاگردوں کے خلاف لکھا اور یہ بھی کہا کہ ناسخ کا ہر شاگرد خود کو استاد سے بہتر جانتا ہے۔ ناسخ کے سلسلے کے شاگردوں کی بڑی تعداد جو اس وقت مقیم لکھنو تھی کو یہ بات ناگوار گزری اور انھوں نے اس تذکرے کی مخالفت کی علاوہ ازیں ناسخ کی امرد پرستی کا واشگاف لفظوں میں ذکر کرنا بھی اس مخالفت کی ایک کڑی ہے۔

۲۔ تلازمہ مصحفیؔ کے حوالے سے بھی جو باتیں لکھی ہیں وہ ان کے خلاف جاتی ہیں لہٰذا سلسلہ مصحفی کے شعرا نے بھی تذکرے کی مخالفت کی اور اس کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔

۳۔ معاصرانہ چشمک بھی اس تذکرے کی مخالفت کا باعث بنی۔

۴۔ شعرا کے کردار کے حوالے سے بیانات میں جو طنز و تحقیر اور مبتذل رویہ اختیار کیا گیا ہے، اس باعث ہم عصر شعرا نے تذکرے کے لیے مخالفت کی فضا پیدا کر دی ہے۔

۵۔ ہم عصر شعرا کے بارے میں حالات و واقعات کے بیان میں صحت کو شعار بنائے بغیر اور چٹخارے لے لے کر تفصیلات بیان کرنا بھی تذکرہ کی مخالفت کا باعث بنا۔

ان تمام اسباب کی اہمیت اپنی جگہ لیکن جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ جب بھی کوئی امر روشِ مروجہ سے ہٹ کر اختیار کیا جاتا ہے تو اکثر تعرض کا سلسلہ ہی مشاہدے کو ملتا ہے۔ لہٰذا ناصر کے تذکرے کی مخالفت کے بقیہ اسباب کے علاوہ ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس تمام تر مخالفت کے باوجود اس تذکرے کی اہمیت کسی بھی طرح کم نہیں ہوتی اور اس تذکرے کی منفرد حیثیت و اہمیت کے پیش نظر ہی مرتب نے اس کو مدون کیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس تذکرے کی اہمیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں:

> "خوش معرکہ زیبا انیسویں صدی عیسوی کے وسط کا ایک اہم تاریخی ماخذ ہے۔ اس میں بعض ممتاز شعرا کے بارے میں سوانح اور سماجی زندگی کی نئی تفصیلات ہی نہیں ملتیں بلکہ ایسے متعدد شاعر ہیں، جن کے نام اور کام سے ہم صرف اس تذکرے کے ذریعے متعارف ہوتے ہیں۔ معاصرین خصوصاً لکھنو میں مقیم اور علاقہ اودھ کے شعرا کے سلسلے میں یہ تذکرہ بہت معلومات افزا ہے۔"(۶)

کسی بھی متن کو مرتب کرتے ہوئے محقق متن کو تدوین کے ساتھ ساتھ بعض توجہ طلب اور تحقیق طلب امور سے بھی واسطہ پڑتا ہے اور اس تحقیق کی بدولت حقائق پر پڑے ہوئے دبیز پردوں سے نئی صورتیں جلوہ گر ہوتی ہیں اور نئی روایتیں جنم لیتی ہیں۔ مشفق خواجہ نے بھی خوش معرکہ زیبا کی تدوین میں بعض بہت ہی اہم و نادر باتوں کا کھوج لگایا ہے۔

## تعین سال پیدائش:

خوش معرکہ زیبا جہاں دیگر شاعروں کے حوالے سے بہت اہم اور بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے وہاں دیکھا جائے تو ناصر کے اپنے حالات زندگی کے حوالے سے یہی تذکرہ اپنے دامن میں بہت ہی مختصر معلومات سمیٹے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ جائے پیدائش، خاندان، ولدیت، عمر، مشاغل وغیرہ کی تفصیلات کے بارے میں یہ تذکرہ خاموش ہے۔ مدون نے مصحفیؔ کے بیان کی روشنی میں ریاض

الفصحا سے استفادہ کرتے ہوئے ناصر کی تاریخ پیدائش قیاساً معلوم و متعین کرنے کی سعی کی ہے۔ مصحفیؔ کے بیان کے مطابق مذنب (استاد ناصر) کی عمر ۳۲ برس ہے اور ریاض الفصحا ۱۲۲۱ء(۷۔۱۸۰۶ء) سے ۱۲۳۶ھ (۲۱۔۱۸۲۰ء) کے دوران قریباً پندرہ برسوں میں تالیف ہوا۔

مرتب کا قیاس ہے کہ مصحفی نے آغازِتذکرہ کے وقت کسی شاعر کی لکھی ہوئی عمر میں اختتام تذکرہ کے وقت تبدیلی ضرور کی ہوگی اور اسی بناپر اختتام تذکرہ کے وقت مذنب کی عمر ۳۲ برس ہوگی اور اس طرح انھوں نے مذنب کا سال پیدائش ۱۲۰۴ھ(۹۰۔۱۷۸۹ء) متعین کیا ہے۔پھر استاد شاگرد کی عمر میں دس سال کا فرق تصور کرتے ہوئے ناصر کا سال پیدائش (۱۸۰۶ء۔۱۷۹۶ء) متعین کیا ہے۔

## تعین سال وفات:

اسی طرح مختلف شواہد کی بناپر ناصر کا سال وفات بھی متعین کیا ہے۔اس سلسلے میں صفابدایونی کے بیان، کہ ناصر کا انتقال لکھنو میں ہوا تھا، سے مشفق خواجہ نے استفادہ کرتے ہوئے اور ناصر کے اپنے بیان سے مدد لیتے ہوئے تمام لکھنو کا زمانہ طے کیا ہے۔یعنی ناصر خوش معرکہ زیبا کے اختتام سے تین سال پہلے ۱۲۳۲ھ(۱۷۔۱۸۱۶ء) میں لکھنو آچکا تھا۔نیز نسخہ پٹنہ قلمی میں ترجمہ شہید میں حاشیے میں اضافوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ناصر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد بھی لکھنو میں تھا۔اس کے ساتھ ساتھ مرتب کا یہ قیاس بھی بہت ہی معقول ہے کہ ناصر کے انتقال کے بعد اگست ۱۸۶۹ء کو نسخہ پٹنہ محمد ارتضیٰ نے خریدا ہوگا۔لہٰذا ان کا قیاس ہے کہ ناصر کا انتقال ۱۲۸۶ء (۱۸۶۹ء) سے پہلے ہوا ہوگا۔یعنی محمد ارتضیٰ کے نسخہ پٹنہ کو خریدنے سے پہلے ناصر کا انتقال ہو چکا تھا۔

تاریخ پیدائش اور سال وفات کا تمام تر تعین مختلف شواہد و مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے قیاساًہی کیا گیا ہے اس کو حتمی تو نہیں کہا جاسکتا لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ناصر کے سال پیدائش اور سال وفات کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا۔ ایسی صورت میں صرف مصحفی و صفاؔ بدایونی کے بیانات سے استفادہ کرتے ہوئے اور دیگر مصادر سے کھوج لگاتے ہوئے مشفق خواجہ نے جس طرح ناصر کے پیدائش مرگ کے سال متعین کیے ہیں وہ حتمی نہ ہوتے ہوئے بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں اور کم از کم زمانے کا تعین تو ہو ہی جاتا ہے۔ایسے سرسری سے بیانات کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی مثبت نتیجے پر پہنچنا اور نہاں خانوں سے یوں حقائق کی جلوہ نمائی ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ ناصر کے خود نوشت حالات سے اس کی پانچ تصانیف کا علم ہوتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی دیگر سات تصانیف و تراجم ہیں، جو ناصر سے متعلق ہیں اور جن کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ مشفق خواجہ نے انھیں متعارف کروایا ہے، جس کے باعث ناصر کے کلام کی تفہیم میں مدد ملتی ہے اور اس کی قادرالکلامی و متنوع الحیثیات شخصیت ہمارے سامنے آتی ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ مثنوی در بیان عقائد

۲۔ مثنوی شمہ فضائل

۳۔ مثنوی در بیان واقعہ کربلا

۴۔ ترجمہ روضۃ الیسر

۵۔ ترجمہ حیات القلوب

۶۔ واسوخت

۷۔ دیوان ناصر

**ماخذ تذکرے کا سراغ:**

خوش معرکہ زیبا کے نسخہ لکھنو کے ماخذ چھے تذکروں میں سے ایک تذکرہ سہو کاتب ہونے کی وجہ سے درج نہیں ہو سکا۔ مشفق خواجہ نے اپنی تحقیق و جستجو سے اس تذکرے کا کھوج لگایا ہے۔

خوش معرکہ زیبا کے چار قلمی نسخوں میں سے تین نسخوں (پٹنہ، علی گڑھ، کراچی) میں چاروں ماخذ تذکروں کا ذکر ملتا ہے۔ جب کہ نسخہ لکھنو میں جو عبارت ملتی ہے وہ کچھ یوں ہے۔

> "چار پانچ تذکرے فراہم کیے۔ دو میاں مصحفی کے تیسرا تذکرہ اعظم الدولہ سرور کا۔۔۔ چوتھا تذکرہ کہ مصنف اس کا مصطفی خان شیفتہ ہے چھٹا تذکرہ مسمی بہ تذکرہ احباء شاہ حسین حقیقت کا۔"(۷)

یہاں اس اقتباس میں اس پانچویں تذکرے کا ذکر نہیں ہے جو کہ سہو کاتب کے باعث درج نہیں ہو سکا۔ ان پانچ ماخذ تذکروں کے سوا خوش معرکہ زیبا کے متن میں جن تذکروں کا ذکر ملتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ نکات الشعراء

۲۔ مخزنِ نکات

۳۔ تذکرہ شعرائے اردو

۴۔ آفتابِ عالم تاب

۵۔ سراپا سخن

مشفق خواجہ نے ثابت کیا ہے کہ ناصر نے مندرجہ بالا پانچوں تذکروں میں سے صرف سراپا سخن ہی سے استفادہ کیا ہے اور یہ استفادہ بلاواسطہ ہے یہی وہ ماخذ تذکرہ ہے جو نسخہ لکھنو میں پانچویں نمبر پہ سہو کاتب کے باعث درج ہونے سے رہ گیا تھا۔ اس سلسلے میں مشفق خواجہ نے طویل بحث کی ہے اور اس بات کے حق میں یہ دلائل دیے ہیں کہ سراپا سخن ۱۲۲۹ھ (۱۸۵۳ء) میں مکمل ہوا جب کہ نسخہ لکھنو جو کہ ۱۲۷۶ھ (۱۸۶۰ء) کا مکتوبہ ہے اس میں سترہ ایسے شاعروں کا ذکر ملتا ہے، جن کے سلسلے میں یقیناً سراپا سخن سے

استفادہ کیا گیا ہے اور یہ بات یوں بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ ان شعرا کا کلام سراپا سے متعلق ہے اور سراپا سخن میں موجود ہے اور شعرا کے حالات بھی وہی ہیں جو کہ محسنؔ نے بیان کیے ہیں۔

**قصۂ اگر گل:**

قصۂ اگر گل ناصر کی وہ واحد تالیف ہے جو متعدد بار شائع ہوئی لیکن بد قسمتی سے یہ بجائے ناصر کے عاصی تخلص کے مصنف سے منسوب کر دی گئی اور خوش معرکہ زیبا میں صرف اس کا نام ملتا ہے۔ مشفق خواجہ نے اس غلط روایت کا خاتمہ کرتے ہوئے اصل حقائق کی صورت گر کیا ہے اور ناصر کی تالیف کو اسی کے نام موسوم کیا ہے۔۔

بلوم ہارٹ کی کیٹلاگ آف دی ہندوستانی پرنٹڈ بکس ان دی لائبریری آف برٹش میوزیم میں پہلی مرتبہ اس قصے کے مصنف کا نام عاصی بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آغاز کلام میں حمد کے بعد نعت ہے، جس کے مقطع میں تخلص'' عاصی'' نظم ہوا ہے۔

سراپا نورِ یزداں وہ شہِ لولاک ہیں عاصیؔ
مرا کیا منہ کروں گر دعویِ نعت اور ثناخوانی

بلوم ہارٹ نے یہ تصور کیا کہ قصے کا مصنف اور نعت کا مصنف ایک ہی شخص ہے اس لیے اس نے عاصی کو مصنف قرار دے دیا حالانکہ اس قصے کے خاتمے کے شعر میں ناصر کا ذکر موجود ہے اسی شعر میں ناصر کے ذکر بنا پر مصنف کا نام ناصر لکھا جانا چاہیے تھا۔

الٰہی بحقِ شہِ انبیا
تو کر عفو ناصر کے جرم و خطا

مشفق خواجہ کا خیال ہے:

> ''نعت کے مذکورہ مقطع میں ''عاصی'' دراصل ناصر کی تصحیف ہے گمانِ غالب ہے کہ قصے کے مسودے میں یہ تخلص اس طرح لکھا ہو گا، کاتب نے اسے ''عاصی'' پڑھا۔ ناصر اور عاصی میں خطی مماثلت کی وجہ سے یہ غلطی بعید از امکان نہیں ہے۔''(۸)

مرتب کی یہ دلیل نہایت معقول معلوم ہوتی ہے۔ کاتب حضرات کی اس قسم کی کرم فرمائیاں خارج از امکان نہیں ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ کاتب کم سواد ہو اور اس نے ''ناصر'' کو ''عاصی'' پڑھا اور وہی لکھ دیا۔ کاتب کی اسی ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے ناصرؔ کی یہ تالیف'' عاصی'' کے نام سے قریباً ایک صدی تک موسوم ہوتی رہی۔ عاصی اور ناصر کے اس قصے میں ہمارے بہت سے محقق و مدون حضرات کو بھی دھوکا ہوتا رہا۔

ڈاکٹر گیان چند نے اپنی کتاب اردو کی نثری داستانیں میں مصنف کا نام عاصی ہی لکھا ہے لیکن اس سے وہ مطمئن نہیں ہیں:

"ممکن ہے یہ مصنف کا تخلص نہ ہو بلکہ اس نے عاجزی میں اپنے لیے عاصی کیا ہو۔"(۹)

اسی طرح قصے کے آخری شعر کے حوالے سے لکھا ہے:

"شاید (قصے کے) مصنف کا نام ناصر ہے لیکن یہ لازمی نہیں کہ شعر مصنف ہی کا ہو۔"(۱۰)

ان دونوں بیانات کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گیان چند تذبذب کا شکار ہیں اور ایک شش و پنج کی سی کیفیت ان کے محولہ بالا بیانات سے ظاہر ہوتی ہے۔ قصے کے آخری شعر میں ناصر کا ذکر اور کاتب کی کم سوادی کو اگر مد نظر رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قصہ ناصر ہی کا تالیف کردہ ہے۔

یہ وقار عظیم نے اپنے مقالے "اگر و گل" مشمولہ ہماری داستانیں میں قصے کے مترجم کے حوالے سے لکھا ہے:

"اردو میں اس کا ترجمہ عاصی یا عاجز نام کے ایک صاحب نے کیا۔"(۱۱)

ان کا یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے قصے کے شروع میں نعت کا مقطع ہی دیکھا ہے اور قصے کا آخری شعر ان کی نظر سے نہیں گزرا۔ اگر انھوں نے پورے قصے کا مطالعہ کیا ہوتا تو ان کا بیان یقیناً مختلف ہوتا۔ یہاں پر انھوں نے " عاصی یا عاجز" کی جو بحث چھیڑی ہے اس سے ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا اور قصہ اگر گل کے مرتب خلیل الرحمان داودی نے دیباچے میں یہ لکھا۔

"میں نے بہت کوشش کی کہ عاصی یا عاجز میں سے کوئی اس داستان کا مولف قرار پا جائے لیکن حتمی طور پر اس کا فیصلہ نہیں کر سکا۔"(۱۲)

خلیل الرحمان داودی کے محولہ بیان سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وقار عظیم کے بیان نے ان کے لیے گھمبیر مشکل پیدا کر دی ہے تاہم قصے کے آخری شعر کے حوالے سے انھوں نے لکھا ہے:

"اس شعر سے اس (قصے) کا مصنف ناصر بھی قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ ناصر کے لیے قرائن زیادہ موزوں ہیں۔"(۱۳)

ان کے محولہ بالا دونوں بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ واضح طور پر کسی حتمی فیصلے پر پہنچنے سے قاصر ہیں۔ خلیل الرحمان داودی نے خوش معرکہ زیبا کے مسودے سے استفادہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

"داستان اگر گل سعادت خان ناصر کی تالیف ہے۔"(۱۴)

گیان چند جین، سید وقار عظیم اور خلیل الرحمان داودی، ان تینوں حضرات کو جو غلط فہمی ہوئی اسی کا ازالہ خوش معرکہ زیبا کے مدون مشفق خواجہ کی تحقیق کی روشنی میں ہوا اور قریباً ایک صدی سے دنیائے ادب میں رائج اور فروغ پا جانے والی اس غلط روایت کا خاتمہ ہوا اور ناصر کی تالیف اسی کے نام منسوب ہوئی۔ مرتب کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے بعد ازاں گیان چند جین اور خلیل الرحمان داودی نے قصے کو سعادت خان ناصر ہی سے منسوب کیا ہے۔

"قصہ اگر گل" کے حوالے سے مرتب کی تحقیق کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات کے ضمن میں جس قصہ اگر گل کو متعارف کروایا ہے وہ دکنی ہے اور اس کا اس قصہ اگر گل سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کا ذکر گیان چند جین نے کیا ہے۔ گیان چند جین کی تقلید میں انھوں نے بھی "عاصی" کو مصنف ٹھہرایا ہے اور قصے کا سال تصنیف "قبل ۱۲۶۳ھ" درج کیا ہے جب کہ گیان چند جین کا متذکرہ قصہ مطبوعہ ۱۲۶۳ء ہے۔ یہاں ہاشمی نے یہ فرض کر لیا ہے کہ قصہ اگر گل ۱۲۶۳ھ سے پہلے تالیف ہوا ہو گا۔ جو سراسر غلط ہے کیونکہ گیان چند جین نے جو بات کی ہے وہ "بلوم ہارٹ" کے حوالے سے ہے اس طرح نصیر الدین ہاشمی نے دو مختلف متون کو ایک سمجھا۔

علاوہ ازیں بلوم ہارٹ نے جن دو مطبوعہ نسخوں کا ذکر کیا ہے وہ بالترتیب ۱۸۷۳ اور ۱۸۸۰ء میں کان پور سے شائع ہوئے۔ گیان چند جین نے جو ۱۲۶۳ھ کے مطبوعہ نسخے کا ذکر کیا ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔

اس بات کی دلیل میں مشفق خواجہ نے کہا ہے کہ اگر ۱۲۶۳ء میں یہ قصہ طبع ہو چکا ہوتا تو ناصر اس کا ذکر تذکرے میں ضرور کرتا کیونکہ ۱۲۶۳ء کے بعد اس نے تذکرے میں بہت سے اضافے کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ناصر کا انتقال ۱۸۵۷ء کے بعد اور ۱۸۷۰ء سے پہلے ہوا۔ لہٰذا اس عرصے میں اس قصے کے شائع ہونے کا امکان کم ہوتا جاتا ہے۔ بلوم ہارٹ نے ۱۸۷۳ء کے جس مطبوعہ نسخے کا ذکر کیا ہے وہ ناصر کی وفات کے بعد شائع ہوا تھا اور یہی نسخے کا پہلا ایڈیشن ہے۔

مشفق خواجہ کا یہ کہنا بالکل بجا ہے اگر یہ قصہ ۱۲۶۳ء میں شائع ہوا ہوتا تو ناصر کو اس کا ذکر کیا ہے کم سے کم نسخہ پٹنہ میں ضرور کرنا چاہیے تھا۔ مشفق خواجہ نے ناصر کا جو سال وفات کا زمانہ متعین کیا ہے اس کو مد نظر کرتے ہوئے یہ بات نہایت معقول معلوم ہوتی ہے کہ یہ قصہ اس کی وفات کے بعد ہی شائع ہوا ہے۔ ان دلائل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ گیان چند جین نے ۱۲۶۳ھ کے جس مطبوعہ قصے کا ذکر کیا ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہے ممکن ہے کہ گیان چند جین کو غلط فہمی ہوئی۔

کسی بھی متن کو مرتب کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی کیا اور کتنی اہمیت ہے؟ کہ وہ ادب پارہ اس لائق ہے کہ اسے مرتب کیا جائے؟ کیوں کہ ہمارے ہاں تدوین متن کے ذیل میں ایسے کام بھی ہوئے ہیں جن کی اہمیت نہ تدوین سے پہلے تھی اور نہ مدون ہونے کے بعد ان کی کوئی حیثیت قائم ہو سکی۔ اس ضمن میں قاضی عبدالودود کے مرتبہ "دیوان رضا" یا "قطعات دلدار" کا نام لیا جا سکتا ہے۔(۱۵)

مقامِ حیرت ہے کہ قاضی صاحب کو اردو پہلے اور دوسرے درجے کے کسی فن کار کا کوئی فن پارہ مرتب کرنے کا خیال کیوں نہ آیا۔ ہمیشہ وہ متن مرتب کیا جانا چاہیے جو اپنی انفرادیت وافادیت کے لحاظ سے اہمیت رکھتا ہو۔ کسی بھی متن کو ترتیب دینے سے پہلے مدون کا درج ذیل امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ کیا یہ علم وادب کے مرکزی دھارے میں شامل ہے؟

۲۔ کیا اس کے اثرات رجحان ساز ہیں؟

۳۔ کیا اس سے علم وادب کی تاریخ بدل سکتی ہے؟

اگر درج بالا امور کو نظر انداز کر کے کوئی بھی متن مرتب کیا جاتا ہے تو اس کی حیثیت بھی قاضی صاحب کے مرتب کردہ متون جیسی نہیں ہو گی۔ تذکرے چونکہ تاریخ ادب کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کی اہمیت مسلمہ ہے اور اسی باعث ان کی تدوین بھی اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن یہاں بھی بنیادی سوال یہی ہے کہ مدون جس تذکرہ کو مرتب کرنا چاہتا ہے، اس کی اہمیت وحیثیت کیا ہے۔

۱۔ کیا وہ نئی معلومات یا کوئی یا نیا رخ سامنے لاتا ہے۔

۲۔ اگر نئی معلومات مہیا کرتا ہے تو کیا وہ معلومات اہمیت بھی رکھتی ہیں یا نہیں۔

ان امور کی روشنی میں اگر خوش معرکہ زیبا کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تذکرہ ہماری ادبی تاریخ کی گمشدہ کڑیوں میں سے وہ کڑی ہے جو ہمیں گزشتہ کے ایسے حالات وواقعات سے آشنا کرتی ہے، جن سے ہم پہلے واقف نہیں تھے اور یہ نئی معلومات محض نئی نہیں بلکہ اپنی اہمیت و مرتبہ کے باعث منفرد بھی ہیں۔ خوش معرکہ زیبا شعرائے لکھنو کے سلسلے میں اہم اور جامع ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے اور ہم نہ صرف بعض نامور شعرا کی سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے پہلی بار آشنا ہوتے ہیں بلکہ متعدد ایسے شاعروں سے ملاقات کا موقع ملتا ہے جو اس سے پہلے کسی طور ممکن تھا۔

خوش معرکہ زیبا کی اس انفرادیت واہمیت کے پیش نظر ہی مولوی عبدالحق نے مشفق خواجہ کو یہ تذکرہ مدون کرنے کو کہا تھا۔ وہ تمام امور جو کسی بھی متن کو مرتب کرنے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، وہ اس تذکرہ کے مرتب کی نظر میں ترتیب تذکرہ کے وقت تھے۔ جہاں تک مرکزی دھارے میں شامل ہونے یا علم وادب کی تاریخ کی بات کا تعلق ہے تو اسی سلسلے میں یہ تذکرہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا لیکن اس کے اثرات یقیناً منفرد اور رجحان ساز ہیں کیونکہ آبِ حیات میں محمد حسین آزادؔ نے اسی تذکرے سے وسیع پیمانے پر استفادہ کیا ہے۔ سعادت علی خان ناصر کے ہاں واقعات ولطائف کے بیان میں جو دلچسپی کی فضا ابھر کر سامنے آتی ہے، اس کے یہی ابتدائی نقوش، آبِ حیات میں تصویر مکمل کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

## قلمی نسخے:

اب ہم اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ مشفق خواجہ نے خوش معرکہ زیبا کی تدوین کے جملہ مراحل کیسے انجام دیئے۔ کیا ان کی تدوین خوب سے عبارت ہے یا زشت و خوب دونوں سے ؟اس تذکرے کے چار قلمی نسخے دستیاب ہیں جو کچھ یوں ہیں۔

۱۔ نسخہ پٹنہ

۲۔ نسخہ انجمن

۳۔ نسخہ لکھنو

۴۔ نسخہ علی گڑھ

### نسخۂ پٹنہ:

نسخۂ پٹنہ خوش معرکہ زیبا کا سب سے اہم ترین اور قدیم ترین دستیاب شدہ مخطوطہ ہے۔ اس کی کتابت ۲۲ جما دی الثانی ۱۲۶۳ء(۸ مئی ۱۸۴۷ء) کو مکمل ہوئی اس مخطوطے کی اہمیت اس کے حواشی کی وجہ سے ہے جو مصنف کے قلم سے ہیں۔ یہ حواشی شعرا کے تراجم اور متن کی عبارتوں میں اضافے سے متعلق ہیں۔ یہ حواشی مصنف ہی کے لکھے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا خط کاتب مخطوطہ (کالکا پرشاد) کے خط سے مختلف ہے۔

مشفق خواجہ کا کہنا ہے کہ:

"مولف تذکرہ ہذا" اور "راقم تذکرہ ہذا" کے الفاظ کا حواشی میں ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ حواشی خود ناصر نے لکھے ہیں۔ ایک جگہ "راقم حاشیہ تذکرہ ہذا" لکھا گیا ہے۔ لیکن یہاں بھی عبارت کا خط وہی ہے جو بقیہ حواشی میں ہے۔ لہٰذا یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ یہ حواشی ناصر کے علاوہ اور کوئی نہیں لکھ سکتا خواجہ صاحب کا یہ خیال ہے کہ یہ حواشی ۱۲۸۶ء(۱۸۶۹ء) سے پہلے لکھے گئے ہیں، درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سال یہ مخطوطہ محمد ارتضی حسین کی ملکیت بن چکا تھا۔ نسخۂ پٹنہ میں کل ۶۳۳ شاعروں کا ذکر ہے۔ نسخۂ پٹنہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس میں نو ایسے شعرا کا ذکر ملتا ہے جو کہ صرف اسی کا حصہ ہیں۔

### نسخۂ انجمن:

نسخۂ انجمن جو انجمن ترقی اردو، کراچی کے کتب خانۂ خاص میں ہے۔ خوش معرکہ زیبا کا دوسرا اہم ترین مخطوطہ ہے۔ اس نسخے کی اہمیت کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ مصنف کی نظر سے گزر چکا ہے۔ حواشی میں لکھنے والے نے اپنے لیے صیغہ واحد متکلم استعمال کیا ہے اور اس کا خط کاتب متن سے مختلف ہے۔ مشفق خواجہ کا کہنا ہے کہ مرزا مہدی ثاقب کے ترجمے میں نمونہ کلام سے پہلے یہ اس سے یادگار الفاظ کو قلم زد کر کے حاشیہ میں اضافہ کی گئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف ہی کے قلم سے ہے۔

مخطوطے میں میر علی ضامن شوقؔ کا ترجمہ اور انتخابِ کلام کے اوراق کا نکال کر بعد میں شامل کیا جانا، اس کے متعلق چشم دید واقعہ کا بیان کرنا اور کسی دوسرے نسخے میں اسی شاعر کا نہ ہونا اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ یہ کام مصنف ہی کا کیا ہوا ہے۔ اس میں بھی ۳۳۷ شعرا کا تذکرہ ہے اور چھے شاعر ایسے ہیں جو کہ صرف اسی نسخہ میں موجود ہیں۔

**نسخۂ لکھنو:**

نسخۂ لکھنو تیسرا مخطوطہ ہے، جو لکھنو یونی ورسٹی کی ملکیت ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ (۱۱ جولائی ۱۸۶۰ء) کو اس کی کتابت مکمل ہوئی۔ ترقیمے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کی نقل میں کافی غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔ اس میں ۸۱۰ شعرا کی تفصیل ملتی ہے، جو باقی تمام نسخوں سے زیادہ ہے۔ ۳۷ ایسے شعر ہیں جو صرف اس نسخے میں ملتے ہیں۔

**نسخۂ علی گڑھ:**

نسخۂ علی گڑھ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کا مخزونہ ہے۔ یہ نسخۂ ناقص الطرفین ہے اس باعث ابتدائی آٹھ شعرا کے تراجم ضائع ہو گئے ہیں اور اسی طرح نسخے کے خاتمے میں ناصر کے قطات تاریخ بھی ضائع ہو گئے۔ محمد اشرف خان حکیم وہ واحد شاعر ہے، جس کا ذکر باقی تین نسخوں میں نہیں ملتا۔

مشفق خواجہ نے خوش معرکہ زیبا کے تمام موجود اور دستیاب شدہ نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان چاروں نسخوں میں سے دو نسخے، جو مصنف کے نظر ثانی شدہ ہونے کے باعث بہت اہمیت رکھتے ہیں، وہ نسخۂ پٹنہ اور نسخۂ انجمن ہیں۔ جب کہ نسخۂ لکھنو اور نسخۂ علی گڑھ میں کتابت کی بہت زیادہ غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔ نسخۂ علی گڑھ ناقص الطرفین ہے اور آب و کرم خوردگی کے اثرات سے بھی محفوظ نہیں رہ سکا۔ اس طرح یہ دونوں نسخے کم اہم ہیں اور ان کی حیثیت ثانوی ہے۔

اس تمام صورت حال کے باعث مشفق خواجہ نے نسخۂ پٹنہ کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ اسکی یہ اہمیت اس کی قدامت و حواشی کے باعث ہے اور یہ مصنف کے ابتدائی و قدیم متن کی نمائندگی کرتا ہے۔ مشفق خواجہ نے نسخۂ پٹنہ کو بنیاد قرار دیتے ہوئے اس کا متن حوض میں رکھا ہے جب کہ " نسخہ انجمن " جو مصنف کے ترمیم شدہ متن کی نمائندگی کرتا ہے، کے اختلافات کو حواشی جگہ دی ہے۔

نسخہ پٹنہ کے بعض بیانات کی ترمیم سے معلوم ہو جاتا ہے کہ

نسخۂ انجمن، نسخہ پٹنہ کے بعد لکھا گیا ہے اور نسخہ انجمن کے اختلافات کو حواشی میں درج کرنی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ نسخہ مصنف کے ترمیم متن کی نمائندگی کرتا ہے اور متعدد ایسے امور ہیں جو نسخہ انجمن میں تراجم کے باعث مختلف وجوہات کی بنا پر بے حد اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ مدون نے ایسے امور کی نشان دہی کی ہے، جو حسب ذیل ہیں:

i۔ نسخۂ پٹنہ میں درد کو تعصب پیشہ لکھا گیا تھا جب کہ نسخۂ انجمن میں یہ الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔

ii۔ نسخہ انجمن میں ترجمہ محبت (نواب محبت خان) میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ نسخۂ پٹنہ میں نہیں ہے۔

iii۔ مصحفی و انشاء کی معرکہ آرائی کی تفصیل میں نسخۂ انجمن میں جھگڑے کا اصل سبب بھی بتایا گیا ہے جو نسخۂ پٹنہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح اور بہت سی مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نسخہ انجمن میں کافی ترامیم کی ہیں اور ان ترامیم کو مد نظر رکھتے ہوئے مشفق خواجہ نے اختلافات کو حواشی میں جگہ دی ہے۔ خوش معرکہ زیبا کو مشفق خواجہ نے دو جلدوں میں ترتیب دیا ہے پہلی جلد میں ۳۴۴ شعرا جب کہ دوسری جلد میں ۴۸۰ شعرا ہیں۔ اسی طرح کل تعداد ۸۲۴ ہے جو کہ ۸۲۶ ہونا چاہیے تھی۔ اس کی وجہ انھوں نے یہ بتائی کہ نسخہ لکھنو کے دو شعرا کے تراجم انھیں دستیاب نہیں ہو سکے تھے جو بعد ازاں ڈاکٹر شمیم انہونوی کے نسخہ مطبوعہ سے ان کو معلوم پڑے۔ مشفق خواجہ نے نسخۂ پٹنہ کو متن میں جگہ دیتے ہوئے اختلافات نسخۂ انجمن حواشی میں درج کیے ہیں۔ نسخۂ انجمن کے حواشی کے علاوہ جو حواشی ان کی طرف سے داخل کیے گئے ہیں وہاں مرتب کا لفظ لکھ دیا گیا ہے تاکہ قاری کے لیے سہولت رہے اور معلوم ہو کہ مرتب یعنی مشفق خواجہ نے جو جو اضافے کیے ہیں وہ کون سے ہیں اور ان کی کیا اہمیت ہے۔

سہوِ کتابت سے دونوں نسخوں میں رہ جانے والے الفاظ کی جگہ مرتب نے ویسے ہی الفاظ متن میں داخل کر دیئے ہیں اور ان کی قلابین میں جگہ دی ہے۔ اسی طرح مصنف تذکرہ کی اغلاط کی نشان دہی صرف اور صرف ضروری و اہم مقامات پر حواشی میں کی گئی ہے اور اشعار کی غلطیوں کو مرتب نے متعلقہ شاعر کے دیوان کے مطابق درست کر دیا ہے۔

"نسخہ انجمن" کی ایسی تمام عبارتیں واشعار جن کا ذکر "نسخۂ پٹنہ" میں اجمالاً ہے یا موجود نہیں ہے، ایسے تمام مقامات پر نسخۂ انجمن کے متن سے استفادہ کرتے ہوئے متن میں جگہ دی ہے اور نسخۂ پٹنہ کی عبارت کو حاشیہ میں جگہ دی ہے۔ اسی طرح نسخۂ پٹنہ کے ایسے تمام مقامات جہاں پر سہو کتابت سے ابہام پیدا ہوا ہے مرتب نے نسخۂ انجمن کو ترجیح دیتے ہوئے اس کا متن حواشی میں دیا ہے۔ املا کے ضمن میں مشفق خواجہ نے ہر جگہ جدید املا کو اختیار کیا ہے اور دونوں مخطوطوں میں جہاں جہاں املا کی اغلاط ہیں وہاں وہاں تصحیح کر دی ہے۔ بقول مرتب بعض جگہ مصنف نے اپنے زمانے کے رائج الوقت املا سے انحراف کیا ہے وہاں بھی انھوں نے تصحیح کر دی ہے۔ جدید طرزِ املا کے اختیار کرنے سے قاری کے لیے سہولت پیدا ہو گئی ہے اور اسے تذکرہ پڑھتے ہوئے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ اسی طرح یائے معروف و یائے مجہول کے سلسلے میں بھی روش قدیم کو روا نہیں رکھا اور قارئین کی سہولت کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ خوش معرکہ زیبا میں مشفق خواجہ نے پیراگراف اور رموز و اقاف کو بھی متعارف کروایا ہے تاکہ قاری سہولت کے ساتھ استفادہ کر سکے اور متن کی معتبر تفہیم ممکن ہو سکے۔

شعرا کے انتخابِ کلام میں ایک ہی شاعر کی مختلف غزلوں کے اشعار کے درمیان مشفق خواجہ نے لکیریں کھینچ کر قاری کے لیے یہ سہولت پیدا کی ہے کہ وہ مختلف زمینوں کے اشعار میں امتیاز کر سکے اور اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ہر شاعر کے نام کو جلی کر کے لکھا ہے اور اس کا نمبر شمار بھی دیا ہے جو کہ اضافہ مشفق ہے۔

خواجہ صاحب نے نسخۂ پٹنہ میں غیر موجود شعرا کو متن میں درج کر کے حواشی میں نسخۂ انجمن کا حوالہ دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نسخۂ علی گڑھ اور نسخۂ لکھنو کے ان شاعروں کو جن کا ذکر نسخہ پٹنہ وانجمن میں نہیں ہے، انھیں تذکرے کے آخر میں ضمیمے کی صورت دے دیا ہے۔ اسی طرح زیر ترتیب متن میں چاروں نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ مشفق خواجہ نے جس جانفشانی کے ساتھ تذکرہ خوش معرکہ زیبا کو مدون کیا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر معین الدین عقیل کا کہنا ہے:

> "اس تذکرے کو کمال عرق ریزی اور محنت شاقہ سے مشفق خواجہ نے مرتب کیا ہے تذکرہ بہت ضخیم ہے لیکن فاضل مرتب نے چار قلمی نسخوں کی مدد سے اختلاف نسخ کی نشان دہی ہے۔۔۔ اپنی ترتیب وتدوین کے لحاظ سے یہ تذکرہ اس ضمن میں چند مثالی کاوشوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔"(۱۶)

## مطبوعہ نسخے:

خوش معرکہ زیبا کے چار قلمی نسخوں کے علاوہ دو مطبوعہ نسخے بھی ہیں۔ لیکن مرتب ان سے استفادہ نہیں کر سکے جس کی وجہ بے خبری ہے کیونکہ یہ تینوں حضرات ایک دوسرے کے کام سے بے خبر تھے۔

۱۔ خلاصہ نسخۂ پٹنہ مطبوعہ۔۔۔۔۔۔۱۹۶۸ء پٹنہ پروفیسر عطا کاکوی

۲۔ نسخۂ لکھنو مطوعہ۔۔۔۔۔۔۱۹۷۱ء لکھنو ڈاکٹر شمیم انہونوی

پروفیسر کاکوی کے مرتبہ ملخص "نسخہ پٹنہ" میں انتخاب کلام کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کسی دوسرے نسخے کے متن سے موازنہ نہ کرنے کے باعث اس میں بہت سی غلطیاں راہ پاگئی ہیں۔ متعدد شعرا کے نام و تخلص بھی صحت سے درج نہیں کیے گئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر عطا کاکوی کا مرتبہ ملخص نسخۂ پٹنہ کچھ خاص اہمیت کا حامل نہیں ہے۔

ڈاکٹر شمیم انہونوی نے خوش معرکہ زیبا کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ نسخہ لکھنو کے متن کو بنیاد بناتے ہوئے نسخۂ پٹنہ کے اختلافات کو حواشی میں درج کیا ہے نسخۂ پٹنہ میں موجود زائد تراجم کو بھی داخل متن کر دیا ہے۔ لیکن شمیم انہوی کے مرتبہ نسخۂ لکھنو میں حواشی کا اس طرح اہتمام نہیں کیا گیا جس طرح مشفق خواجہ نے وضاحت کے ساتھ اختلافات کو حواشی میں درج کیا ہے۔

شمیم انہونوی نے نسخۂ لکھنو کو بنیادی متن کی حیثیت دی ہے جب کہ خوش معرکہ زیبا کے چاروں نسخوں میں درجہ استناد کے حوالے سے کم اہم اور غیر معتبر نسخہ ہے۔ جس کی وجہ سے بھی اس کی تدوین کا معیار کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔ شمیم انہونوی کے مرتبہ خوش معرکہ زیبا میں اغلاط متن بھی کثرت کی ملتی ہیں اور نسخۂ لکھنو کے ایک شاعر کا ترجمہ بھی شامل متن نہیں ہے۔ شمیم انہونوی اور مشفق خواجہ کی تدوین خوش معرکہ زیبا کا تقابل ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

"اس تذکرے کو بھارت میں ڈاکٹر شمیم انہونوی نے بھی مرتب کیا ہے لیکن ان دونوں نسخوں کی ترتیب میں وہی فرق ہے جو ڈاکٹر مختار الدین احمد اور ڈاکٹر عبادت بریلوی کے مرتبہ حیدری کے گلشن ہند کی ترتیب میں نظر آتا ہے۔"(۱۷)

جس طرح خوش معرکہ زیبا اپنی اہمیت وانفرادیت کے باعث اردو تذکروں کی تاریخ میں ایک نمایاں وممتاز مقام رکھتا ہے بالکل اسی طرح اس کی ترتیب وتدوین بھی اپنے انداز اور معیار کے اعتبار سے کسی سنگ میل سے کم نہیں۔ تذکروں کی معیاری تدوین کی محدود سی فہرست میں خوش معرکہ زیبا کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے مرتبہ مجموعہ نغز اور امتیاز علی عرشی کے مرتبہ دستور الفصاحت کے ساتھ ساتھ مشفق خواجہ کا مدون کیا ہوا یہ تذکرہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مشفق خواجہ نے جس طرح اس تذکرے کے چاروں قلمی نسخوں سے بھرپور طریقے سے استفادہ کرتے ہوئے اس کا سائنٹیفک ایڈیشن مرتب کیا ہے، اس کی مثال کم کم ہی ملتی ہے، اس کی اہمیت وقت کے ساتھ ساتھ اجاگر ہو رہی ہے۔

## حوالہ جات / حاشیہ:

۱۔ خوش معرکہ زیبا کے صفحات سے معلوم ہوتا ہے کہ سعادت خان ناصر کی اکثر شعرا سے ملاقات رہتی تھی۔ شیخ ناسخ سے بھی تذکرہ نگار نے دو ایک ملاقاتوں کا احوال بیان کیا ہے۔ ایک ملاقات کا مذکور لالہ سیوا رام، شائق کے ذیل میں ہے جس میں ناسخ کی امرد پرستی کا تذکرہ واشگاف انداز میں ملتا ہے۔ میر زائی اور ناسخ کے تعلق کی نوعیت اور کیفیت یہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

"شیخ صاحب مذکورہ محلہ ٹکسال لکھنو میں رہتے تھے اور میر زائی صاحب کہ شیخ صاحب کے مکان کے پاس رہتے تھے، شیخ صاحب ان سے یعنی میر زائی صاحب سے محبت دلی رکھتے تھے اور میر زائی صاحب اس زمانے میں بہت کم سن اور جمیل وشکیل اور صاحب حسن وجمال تھے، بلکہ شیخ صاحب کو لوگ ان سے بدنام کرتے تھے۔ ایک روز کی نقل ہے کہ میر زائی صاحب نے اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ صاحب سے کچھ روپیہ قرض منگا بھیجا۔ راقم تذکرہ ہذا وہاں موجود تھا۔ شیخ صاحب نے حسب الطلب بھیج دیا اور ایک پرچے پر یہ شعر فارسی کا میر زائی صاحب کو لکھ بھیجا۔ وہ شعر یہ ہے:

چہ پروا از زر و دینار داری
کہ دارالضرب در شلوار داری

(خوش معرکہ زیبا، جلد دوم، ص۵۷)

۲۔ امانت لکھنوی اور اندر سبھا کے بیان میں ناصر نے کافی اہم باتیں کی ہیں۔ اندر سبھا اور سحر البیان کے حوالے سے معاشرت میں جو بگاڑ پیدا ہوا، وہ چشم کشا بھی ہے اور افسوس ناک بھی۔

"میاں امانت نے ایک رہس کی طرح مثنوی اندر سبھا تصنیف کی تھی۔ اس میں بجائے امانت تخلص استاد اپنا قرار دیا تھا اور اس مثنوی میں غزلیں اور ہولی و ٹھمری اور چھند زبان بھاگا میں کہے تھے۔ چنانچہ جس کو سن کے پنڈت کشمیری اور بہاری کہار اور میر حافظ نے چند طفلان حسین چنے اور امر دان ماہ جبیں، خوب صورت جمع کر کے اوران لڑکوں کو مثنوی یاد کرا کے اور تعلیم راگ اور ناچ دلوا کے ایک رہس کھڑا کیا تھا اور وہ پندرہ روپیہ روزینہ پر مجرے بھی جاتے تھے۔ چنانچہ خلائق نے یہ جلسہ جدید دیکھ کر بہت پسند کیا اور ہزارہا لوگ بازاری جمع ہونے لگے۔ ایک روز مولف تذکرہ ہذا بھی اس جلسہ رہس اندر سبھا میں گیا۔ دیکھا میں نے کہ ہزارہا لوگ ان امر دان حسین پر مفتون وشیفتہ ہیں اور میاں امانت مسند پر بیٹھے ہیں اور ایک لونڈا حسین مہ پارہ آگے گاتا ہے۔ میں یہ دیکھ کر چندے توقف کے بعد اپنے مکان پر چلا آیا۔ غرض کہ یہ اندر سبھا خوب چمکی اور مشہور خلائق ہوئی۔ جیسے کہ میر حسن کی مثنوی سے ہزارہا عورات فاحشہ ہو گئیں، ویسے ہی اس مثنوی اندر سبھا سے ہزارہا مرد لوطی و مغلم ہو گئے اور اغلام نے خوب رواج پایا۔"

(خوش معرکہ زیبا، جلد دوم، ص ۲۳۱)

۳۔ مثنوی سحر البیان کے سبب تالیف سے بھی ناصر نے پردہ اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ میر حسن نے یہ مثنوی اپنی محبوبہ کی خاطر تحریر کی۔

"بہ سبب تقاضائے جوانی محل کی ایک عورت سے محبت اور موانست ہوئی، چونکہ طبیعت موزوں تھی، بپاس خاطر معشوقہ مثنوی بے نظیر تصنیف کی۔ یہ تلازم کہ مثنوی میں ہے، شنیدہ نہیں دیدہ ہے۔"

خوش معرکہ زیبا، جلد اول، ص ۴۰)

۴۔ میر تقی میر کے ضمن میں ناصر نے کئی ایک واقعات کا ذکر کیا ہے۔ میر کی شخصیت اور مزاج شناسی کے ذیل میں یہ بہت کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک واقعہ حسب ذیل ہے:

"عماد الملک نواب غازی الدین خان لب دریا بیٹھے ہوئے تھے اور مرغان آبی بط و سرخاب دریا میں واسطے سیر و تماشا کے چھوٹے ہوئے تھے۔ اتفاقاً میر صاحب بھی ادھر سے آنکلے، نواب نے چند قصیدے اپنے میر صاحب کے روبرو پڑھے اور داد طلب ہوئے۔ میر صاحب نے فرمایا میری تعریف کی کیا احتیاج ہے، ہر بط کو صاحب کے اشعار پر حالت وجد اور سماع ہے۔"

(خوش معرکہ زیبا، جلد دوم، ص ۱۴۲)

۵۔ ناسخ کی اردو نثر کا واحد نمونہ وہ جواب ہے جو ناسخ نے مصحفی کے شاگرد لالہ موجی رام موجی کی طرف سے تحریر کیا۔ اس میں مرزا قتیل کے موجی کے شعروں پر اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب و دلائل واستناد کے ساتھ دیا گیا ہے۔ یہ جواب بھی بر سر مشاعرہ پڑھا گیا۔ ناسخ کا یہ نثر پارہ نقد شعر کے حوالے سے لاجواب ہے اور محاسن وعیوب شعری کے حوالے سے ناسخ کی استادی کا بین ثبوت بھی۔ علاوہ ازیں اس عہد کا تنقیدی مزاج بھی اس نثر پارے میں دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

"افصح الفصحا مرزا قتیل صاحب، آپ نے جو مجھ ہیچمدان کی غزل پر یہ اعتراض کیے ہیں کہ گلاب بمعنی 'گل' گلاب غیر مستعمل اور اردو میں نہیں آیا، ایسا کلام لایعنی آپ سا شاعر فخر زمانہ کہے بسا عجب ہے۔ نہیں جانتے ہو کہ محاورہ اہل ہند میں گلابی جاڑا اسے کہتے ہیں کہ موسم گلاب میں ہو اور گلابی رنگ کہ منسوبہ گلاب ہو، قطع نظر میر (محمد) تقی کہ زبان ریختہ میں سہیم وعدیل نہیں رکھتے تھے، فرماتے ہیں:

ناز کی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

مرزا مظہر جان جاناں (فرماتے ہیں):

عالم ہے یہ پسینے کا اس مست خواب پر
پڑتی ہے اوس جیسے سحر کو گلاب پر

میاں مصحفی:

سرخ ہے مے سے وہ چشم نیم خواب نرگسی
یا یہ باغ حسن میں پھولا گلاب نرگسی

دیگر:

دلی بھی طرفہ جا ہے کہ ہر اک گلی کے بیچ
بکتے ہیں کوڑی کوڑی کٹورے گلاب کے

اور آپ نے جو فرمایا ہے کہ چشمہ بیرون آب ہے، فی الحقیقت سعدی نے گلستان میں غلطی فرمائی ہے:

سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل
چو پر شد نا شاید گذشتن بہ پیل

اور آپ نے جو کہا کہ سراب محض ریگستان ہے اور موج سے کیا نسبت، ناصر علی کہتا ہے:

نمی دانم کدامی شہسوار آمد دریں وادی
کہ از صد جا گریباں چاک شد موج سرابش را

جواب آپ کے ہر اعتراض کا یہ ہے اور غزل ثانی تصنیف ضمیر کے جو آپ بے عیب کہتے ہیں، ایک شعر میں دو اعتراض ہیں:

وطن میں بھی نہیں سر کشوں کو چین ذرا
کہ کم نہ ماہی کا ہو اضطراب در تہ آب

صاحب میرے، اضطراب ماہی در تہ آب کوئی شاعر نہیں بولا، کس واسطے کہ مچھلی کو سائے پانی کے آرام نہیں اور اگر اضطراب بہ معنی رفتار ہے، اضطراب اور رفتار میں بڑا فرق ہے۔ سرگشتہ مفرد، جمع اس کی جس وقت کیجیے گا، بجائے ہائے ہوز کے کاف فارسی اور الف نون جمع

کا آئے گا اور 'سر گشتگان' ہو گا۔ 'سر گشتگوں' کی ایجاد کہاں سے ہے۔ زبان اردو کے جاننے والے فی زمانہ میاں مصحفی اور انشااللہ خاں ہیں، آپ عبث دخل در معقولات دیتے ہیں، فارسی آپ کی البتہ مشہور، اس کو اصفہانی جانیں، زیادہ والسلام والاکرام۔"

(خوش معرکہ زیبا، جلد دوم، ص۵۱۵ تا۵۱۷)

۶۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص۳۳۸

۷۔ مشفق خواجہ مرتبہ، مقدمہ، خوش معرکہ زیبا، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص۵۰

۸۔ مشفق خواجہ، مقالہ "سعادت خان ناصر اور اس کا تذکرہ خوش معرکہ زیبا، مشمولہ تحقیق نامہ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص۱۹۶

۹۔ گیان چند جین ڈاکٹر، اردو کی نثری داستانیں، لکھنو ۱۹۸۷ء، ص۶۰۸

۱۰۔ گیان چند جین ڈاکٹر، اردو کی نثری داستانیں، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص۳۹۷۔۳۹۸

۱۱۔ مقالہ، اگرو گل 'مشمولہ ہماری داستانیں، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص۴۳۸

۱۲۔ خلیل الرحمان داودی مرتبہ، مقدمہ قصہ اگر گل، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص۶۔

۱۳۔ ایضاً ص۶۔

۱۴۔ ایضاً، ص۲۵

۱۵۔ نثار احمد فاروقی، اردو میں تحقیق کی روایت اور قاضی عبدالودود، غالب نامہ، جنوری ۱۹۸۷ء، ص۱۱۸۔۱۱۹

۱۶۔ معین الدین عقیل، پاکستان میں اردو تحقیق، مشمولہ اردو میں اصول تحقیق، جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، جون ۱۹۸۸ء، ص۳۹۳

۱۷۔ ایضاً، ص۲۹۴

☆☆☆☆☆